قسط ۱

قطعاتِ وفاتِ شعرائے اردو

عبدالرؤف خاں ایم اے ہسٹری۔ اودئی کلاں (سوائی مادھوپور) راج ۳۲۲۳۰۱

اردو ادب میں قطعاتِ تاریخ کی افادیت و اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں خصوصاً جب کسی شاعر کے سالِ وفات میں اختلاف ہو یا معلوم ہی نہ ہو تو اس صورتِ حال میں قطعۂ تاریخ گوہرِ مقصود کا کام دیتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر شبیہ الحسن نونہروی نے کہا ہے کہ "تاریخ ادب اردو کی تدوین میں قطعاتِ تاریخ سے غیر معمولی استفادہ کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ اردو کے بہت سے شاعروں کی وفات کا علم آج ہرگز نہ ہو سکتا، اگر اتفاقاً کوئی شاعر ان کی وفات کا قطعۂ تاریخ نہ نظم کر گیا ہوتا اس طرح قطعاتِ تاریخ گویا فن کاروں کا تحفہ ہیں جو آئندہ آنے والے مورخین کے لیے چھوڑ گئے ہیں"۱

مذکورہ بیان کی روشنی میں پیش ہیں اردو شعراء کی وفات کے قطعاتِ تاریخ۔ بعض شعراء کی وفات کے دو۔ دو تین قطعات محض اس خیال سے لکھے جاتے ہیں کہ شاید وہ کسی ریسرچ اسکالر کے لیے مفید مطلب ثابت ہوں اگرچہ اس سے مضمون کی طوالت ضرور بڑھ جائے گی۔ یہ سلسلہ ہم اردو کے پہلے مجدد شاعر ولی دکنی سے شروع کرتے ہیں۔ جو اپنے دور

---

۱ نوائے ادب بمبئی اپریل ۱۹۷۶ء ص ۵۵

کا سب سے بڑا اردو شاعر تھا۔

ولی: بقول نصیر الدین ہاشمی ولی کا صحیح نام ولی محمد تھا[1]۔ لیکن محققین کے نزدیک انکے نام میں اختلافات ہیں[2]۔ ان کے سال ولادت کے بارے میں بھی معلومات کا فقدان ہے۔ اسی طرح انتقال کے متعلق بھی مختلف بیانات ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ ۱۱۵۵ھ میں رحلت کی بعض ۱۱۴۳ھ تسلیم کرتے ہیں جبکہ بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب کے دریافت کردہ قطعہ ذیل سے ۱۱۱۹ھ سالِ وفات قرار پاتا ہے۔

مطلعِ دیوانِ عشق سیدِ ارباب دل — والیِ ملک سخن صاحب عرفاں ولی
سالِ وفاتش خرد از سرِ الہام گفت — "بادپناہِ ولی ساقی کوثر ولی"[4]

(۱+ ۱۱۱۸ = ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷-۸ء)

لیکن ممکن ہے کہ یہ قطعہ ولی اورنگ آبادی کی وفات سے تعلق رکھتا ہو[5]۔ کیونکہ ولی دکنی کا سالِ وفات اب عام طور پر ۱۱۵۵ھ تسلیم کیا جانے لگا ہے چنانچہ بعد کے تاریخ گو شعرا نے اپنے قطعات میں ۱۱۵۵ھ کے مادے ہی موزوں کئے ہیں، مثلاً حکیم رحمت بنارسی رحمت نے قطعہ ذیل موزوں کیا:

ولی کی دھوم ہے بزم سخن میں — ہر اک شاعر کو پہنچا فیض ان سے
لکھو اُنکی فوت کی تاریخ رحمت
"ولی بے طمع استاد اولیں تھے"[6] ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲-۴۳ء

---

[1] دکن میں اردو از نصیر الدین ہاشمی ص ۳۰۱ ۱۹۸۵ء نئی دہلی [2] برائے اختلافات نام ملاحظہ ہوں تاریخ ادب اردو از جمیل جالبی ص ص ۵۳۲ تا ۵۳۴ ، تاریخ ادب اردو (مترجم) از رام بابو سکسینہ ص ص ۷۱ تا ۷۳، ۱۹۸۶ء لکھنؤ اور سخنورانِ گجرات از سید ظہیر الدین مدنی ص ص ۸۴ تا ۸۷ [4] جمیل جالبی ۵۳۵ ظہیر الدین مدنی ص ۸۶ [5] رام بابو سکسینہ ص ۷۲ [6] رہنمائے تاریخ اردو از محمد عبدالقادر ص ۳۴ معارف پریس اعظم گڈھ ۱۹۳۸ء

خان بہادر سید مسعود حسن خان مسعودؔ نے بھی اپنے قطعہ کے مادہ سے ۱۱۵۵ھ ہی برآمد کیا ہے :-

ولیؔ دکنی پہنچے جناں میں　　سوئے عقبیٰ گئے از دارِ دنیا
بنائے شاعری کا ملک بھر میں　　اُن ہی کے سر رہا مسعودؔ سہرا

برائے سالِ رحلت آپ لکھ دیں
کہ ہجری سال "طوطیِ شکر خا" ۱۱۵۵ھ[۷]

محمد عبدالقادر قادرؔ کے قطعۂ وفاتِ ولیؔ کا مخبر سالِ رحلت کا مادہ بھی ۱۱۵۵ھ ہی بہم پہنچاتا ہے :-

چل بسے ہیں اب ولیؔ استاد بھی　　ہو گئے دل شاعروں کے پاش پاش
ملہم غیبی نے قادرؔ سے کہا　　سالِ رحلت آپ لکھئے "جاں خراش" ۱۱۵۵ھ[۸]

دکن نے اردو کی آغوش میں دو مایۂ ناز اولادیں چھوڑی ہیں۔ ان میں پہلا قابلِ احترام حضرت ولیؔ کا ہے۔ جنکی عزت اردو غزل کے باوا آدم کی حیثیت سے رہتی دنیا تک قائم رہے گی اور دوسری ہستی جو اس خاکِ پاک سے اٹھی وہ حضرت سید شاہ سراج الدین حسینی اورنگ آبادی کی ہے۔[۹] سراجؔ کی غزل کا مشہور مطلع ہے :-

خبرِ تحیرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی[۱۰]

---

[۷] عندلیب تواریخ! از خان بہادر مسعود حسن مسعودؔ ص ۴۶، ادارہ انیس اردو الہ آباد ۱۹۶۲ء

[۸] رہنمائے تاریخ اردو ص ۳۵-۳۴

[۹] [۱۰] کلیاتِ سراج مرتبہ پروفیسر عبدالقادر سروری ص ۲۶ و ۵۱ مطبوعہ ۱۹۸۲ء نئی دہلی۔

اس درویش صفت شاعر کی رحلت جو دنیوی جاہ و حشمت سے متنفر تھا ۴ر شوال ۱۱۷۷ھ میں ہوئی۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی[۱۱] (ف ۱۲۰۰ھ) اور ان کے بھتیجے میر اولاد محمد ذکا کے علاوہ منشی لچھمی نرائن شفیق (م ۱۲۲۳ھ) نے جنکو علامہ غلام علی آزاد بلگرامی سے شرف تلمذ حاصل تھا، درج ذیل قطعۂ تاریخ لکھتے ہوئے نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

سید حق پرست معنی سنج — کہ ازو یافت شعر حسن رواج

سال نوتش شفیق کرد رقم

"روبر جاں نمود شاہ سراج"[۱۲] ۱۱۷۷ھ/۷ اپریل ۱۷۶۴ء

حضرت جانِ جاناںؒ:۔ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی ولادت ۱۱۱۳ھ[۱۳] بمقام کالا باغ صوبۂ مالوہ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مرزا جان عالمگیری منصب دار تھے۔ اورنگ زیبؒ نے والد کے نام کی مناسبت سے ان کا جانِ جاں رکھا کیونکہ بیٹا باپ کی جانِ جاں ہوتا ہے۔ کثرتِ استعمال سے یہ جانِ جاناں ہو گیا جو موصوف کی عرفیت ہے، نام شمس الدین اور تخلص مظہر ہے درج ذیل دو مشہور شعر آپ ہی کے ہیں:۔

[۱۴]

یہ حسرت رہ گئی کیا کیا مزے سے زندگی کرتے — اگر ہوتا چمن اپنا، گل اپنا، باغباں اپنا

اور — خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے[۱۵]

---

[۱۱] برائے قطعۂ تاریخ ملاحظہ ہو حوالۂ سابق ص ۷۰۔ [۱۲] ذکا کے حاصل تاریخ شعر کے لئے دیکھئے تین تذکرے مرتبہ پروفیسر نثار احمد فاروقی ص ۲۳۶ مکتبہ برہان دہلی ۱۹۶۸ء [۱۳] حوالہ ما قبل ص ۲۳۶

[۱۴] تذکرہ شورش (رموز الشعراء) از علام حسین شورش مرتبہ ڈاکٹر محمود الٰہی ص ۱۸۱ لکھنؤ ۱۹۸۴ء

[۱۵] تذکرہ خوش معرکۂ زیبا مؤلفہ سعادت خاں ناصر مرتبہ ڈاکٹر شمیم انہونوی ص ۸۴ لکھنؤ ۱۹۷۱ء

آپ کا کلام اردو زبان کی تاریخ ارتقا میں ایک خاص مقام کا حامل ہے، جیساکہ تقریباً سوا دو سو سال گذر جانے کے بعد بھی مذکورہ دونوں اشعار کی معنویت سے ثابت ہے کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت میں نجف خاں کا ہاتھ تھا۔ بہرحال یہ افسوسناک واقعہ ماہ محرم کی دسویں تاریخ ۱۱۹۵ھ میں رونما ہوا۔ ساتویں محرم کو ایک تعزیہ پرست نے آپ کو قرابین (چوڑے منہ کی چھوٹی بندوق) مار کر زخمی کیا۔ تین دن تک نہایت صبر و استقلال کے ساتھ زندہ رہے اس دوران اپنے ہی اشعار بار بار پڑھتے تھے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را
نیز یہ اگرچہ الطاقتہ کے قایل یہ دل زار نہ تھا   لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا
لوگ کہتے ہیں موا مظہر بیکس افسوس   کیا ہوا اس کو کہ اتنا بھی وہ بیمار نہ تھا[16]

میر قمر الدین منت (م ۱۲۰۸ھ) نے حدیث پاک "عاش حمیداً مات شہیداً" (اچھے اخلاق پر زندہ رہا اور شہادت کی موت پائی) سے شہادت کا سال ۱۱۹۵ھ حاصل کیا۔[17] مادہ پر ایک اور صاحب کو بھی توارد ہوا۔

آں قبلۂ ارباب تقی "عاش حمیداً"   واں قدوۂ ارباب سخا "مات شہیداً" ۱۱۹۵ھ
مجموعۂ ہر دو صفت سال وفاتش[۲۳۴]   مظہر رضی اللہ لقد کان سعیداً ۱۱۹۵[18]

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف) نے اپنے مرشد کا سنہ شہادت آیت شریفہ اولٰئک مع الذین انعم اللہ[ع] (وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے) بے کم و کاست

---

[16] گل رعنا از مولانا عبد الحیٔ ص ۱۳۳
[17] مہم تاریخ ترجمہ بلخص تسلیم مترجم سید اقتدار احمد سہسوانی ص ۶ مراد آباد ۱۹۱۲ء
[18] غرائب الجمل از نواب عبد العزیز ولا مدراسی ص ۳۷۶ عزیز المطابع حیدرآباد ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء
[ع] سورۂ نساء آیت: ۶۹ -

۱۱۹۵ھ برآمد کرتے ہوئے آیت پاک کو نواشعار کے مرثیہ میں منظوم کیا۔ حضرتؒ کے شاگرد حسان اللہ بیان نے " مظہر کی " مادہ حاصل کیا۔ اردو کے مقتدر شاعر مرزا محمد رفیع سودا متوفی ۱۱۹۵ھ نے بزبانِ اردو قطعہ ذیل کہا جس میں قاتل کی مذمت کی گئی ہے۔

مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم — اور ان کی ہوئی خبر شہادت کی عموم

تاریخ وفات ان کی بھی بادرد سودا نے کہ ہائے جانِ جاناں مظلوم[۱۹] ۱۱۹۵ھ ۱۷۸۰ء

سودا :- حضرت جانِ جاناںؒ کی شہادت[۲۰] کے تقریباً پانچ چھ ماہ بعد ہی اردو کے مسلم الثبوت استاد مرزا محمد رفیع سودا (ولادت ۱۱۱۵ھ تا ۱۱۱۸ھ کے درمیان) بھی اس جہانِ فانی سے ۲ رجب ۱۱۹۵ھ کو راہی آخرت ہوئے۔ جن کے بارے میں مولانا محمد مبین چریاکوٹی کیفی فرماتے ہیں کہ " مرزا جب قصیدہ پیش کرتے ہیں تو شکوہِ الفاظ کے ڈنکے بجادیتے ہیں۔ غزل سناتے ہیں تو دلوں میں چٹکیاں لیتے ہیں مرثیہ پڑھتے ہیں تو سامعین کو خون کے آنسو رلاتے ہیں۔ ہجو کرتے ہیں تو حریفوں پر ہستی تنگ کر دیتے ہیں[۲۱]" مرزا کی ہمہ گیر طبیعت نے کسی صنفِ شاعری کو نہیں چھوڑا، سب کچھ کہا اور خوب کہا۔ ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ مرتے وقت زبان پر یہ شعر تھا۔

آج سودا جہاں سے اٹھتا ہے — شور و غل ہر مکاں سے اٹھتا ہے

اس سرورِ شاعرانِ ہند کی رحلت پر فخر الدین ماہر نے قطعہ تاریخ کہکر نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

خلد کو جب حضرتِ سودا گئے — فکر میں تاریخ کی ماہر ہوا

بولے منصف دور کر پائے عناد — " شاعرانِ ہند کا سرور گیا[۲۲]" ۱۱۹۹ - ۴ = ۱۱۹۵ھ

---

۱۹ ملہم تاریخ ص ۵۱۔

۲۰ علمائے ہند کا شاندار ماضی ۲/۷۰ مصنفہ مولانا محمد میاںؒ نیز تذکرہ خوش معرکہ زیبا از سعادت خاں ناصر مرتبہ ڈاکٹر شمیم ص ۸۳۔

۲۱ جواہر سخن ۱/۲۴۵ مولفہ مولانا محمد مبین کیفی چریاکوٹی، ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد ۱۹۳۵ء

۲۲ تذکرہ ہندی از غلام ہمدانی مصحفی ص ۱۳۴ لکھنؤ ۱۹۸۵ء

قیام الدین قائم چاند پوری (م ۱۲۱۰ھ) نے بڑا پُر سوز تاریخی مرثیہ کہا:-

آہ مرزا رفیع دنیا سے　　　جا کے جنت میں جب مقیم ہوا
دردِ فرقت سے اس کے شل قلم　　　اہل معنی کا دل دو نیم ہوا
گل سے تا خار اس چمن میں جو تھا　　　خاک برسر وہ جوں نسیم ہوا
سال تاریخ کی تھی مجھ کو تلاش　　　کیونکہ بس حادثہ عظیم ہوا

اس میں پیر خرد نے از سر یاس
یہ کہا: "اب سخن یتیم ہوا"[۲۳] ۱۱۸۵ = ۱۱۹۵ھ

منشی لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی نے قیام تاریخ اور ماہ کی صراحت کے ساتھ قطعہ یں کہا:-

لکھنؤ میں میرزائے رفیع　　　چوتھی رجب کی، جان میں گذرے
جبکہ ... کیا ہوئی تاریخ
"ہائے سودا جہان میں گذرے"[۲۴]

شفیق کے مادہ سے ۱۱۹۶ھ برآمد ہوتا ہے۔ ایک عدد کے تخرجے کا بھی قطعہ میں دئی قرینہ نہیں ہے۔ سودا کی وفات کے فارسی قطعات سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔ ارا مقصد بھی ممکنہ حد تک یہی ہے کہ ہر شاعر کی وفات کے صرف اردو زبان میں کہے ئے قطعات میں پیش کئے جائیں، ہاں فراہم نہ ہوسکے تو فارسی زبان کے قطعات جبوری لکھے جائیں گے یا ضروری معلومات بہم پہنچانے کے لئے۔

درد:۔ خواجہ میر نام اور درد تخلص تھا۔ مشہور بزرگ خواجہ ناصر عندلیب کے لف الصدق تھے۔ ۱۱۳۳ھ میں بمقام دہلی پیدا ہوئے، جیسا کہ ستاتھ سنگھ بیدار کے

---

۲۳ تین تذکرے مرتبہ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ص ۲۳۶ مکتبہ برہان دہلی اشاعت اولین ۱۹۶۸ء
۲۴ جمیل جالبی جلد دوم حصہ دوم صـ ۶۵۸

قطعۂ تاریخ ولادت سے تصدیق ہوتی ہے:

از حضرتِ دردؔ عارف یزدانی ۔۔۔ گہوارۂ آفاق چو شد نورانی
بیدارؔ نوید سالِ تاریخش گفت ۔۔۔ آمد بوجود نقش بندِ ثانی ۱۱۳۳ھ[25]

دردؔ اپنے پدرِ بزرگوار خواجہ ناصر عندلیبؔ (م ۱۱۷۲ھ) کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت دردؔ وحدت الوجود کے قائل اور فن موسیقی کے ماہر تھے وہ پہلے شاعر ہیں جن کے فیض سے اردو تغزل کو محبوبِ حقیقی کے حسن و کرشمہ کا جلوہ گاہ بنا دیا۔ چھیاسٹھ سال کی عمر میں، جیسا کہ خود انکی پیشین گوئی تھی، ۲۴ صفر ۱۱۹۹ھ میں روز جمعہ وصال ہوا۔ نیاز احمد نیازؔ سرہندی نے اردو زبان میں قطعۂ تاریخ انتقال کہا:۔

حضرتِ دردؔ نے جس وقت کیا نقلِ مکاں ۔۔۔ ہوگیا دردِ جدائی سے جہاں پر آشوب
گرچہ اس گریۂ غم سے تو نہ تھا دل کو فراغ ۔۔۔ سال تاریخ کو جو غور کیا دل سے خوب

ہاتفِ غیب سے اک بارگی آئی یہ ندا[26]
"حیف دنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوبؔ" ۱۱۹۹ھ

دردؔ کے دوست میر محمدی بیدارؔ دہلوی (م ۱۲۰۹ھ) نے فارسی میں جو تاریخ کہی وہ دردؔ کی وفات کے بارے میں خصوصی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس سے ہمیں وفاتِ دردؔ کا وقت روز، تاریخ اور ماہ کی معلومات فراہم ہوتی ہیں۔ البتہ عمر اڑسٹھ سال کی اطلاع درست نہیں۔

آفتاب امتِ دین محمدؐ، خواجہ میر ۔۔۔ مظہرِ علمِ علیؓ[27] و وارثِ اثنا عشر

---

[25] حوالۂ مذکور ص ۷۲۵۔

[26] ماہنامہ آجکل نئی دہلی جنوری ۱۹۸۶ء ص ۱۱ بحوالہ مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم نسخہ خدابخش مگر جمیل جالبی نے اس قطعہ کو ہدایت اللہ ہدایتؔ (۲/۷۲۵) سے منسوب کیا ہے۔

[27] تصوف کے ایک سلسلے کے علاوہ تمام سلاسل کا شجرہ حضرت علیؓ پر جاکر منتہی ہوتا ہے۔ علامہ تمنا عمادی ایسے صوفیا کو جن کا رجحان مسلک کی اثنا عشر کی طرف ہوتا تھا، شیعوں کے خالہ زاد بھائی کہا کرتے تھے۔

حضرت درد آنکہ از درد فراق عندلیب | نالۂ یا فرش ہی کرد بر دلہا اثر
چونکہ کرد دنیا بہ شصت و ہشتم سالگی | جانب اعلاء علیین او کردہ سفر
بندۂ بیدار کو آں ہست از غلامانش یکے | گشت از وقت وصال در وزدہ ماش چو خبر
یک پہر شب ماندہ ہاتف کرد واویلا و گفت | "اے بود او سینہ و لبست و چہارم از صفر[۲۸]" ۱۱۹۹ھ

قائم :۔ شیخ قیام الدین نام، عرفیت محمد قائم اور تخلص قائم تھا، چاند پور ضلع بجنور کے باشندہ تھے۔ ابتدا میں درد اور بعد کو سودا کے شاگرد ہوئے۔ اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ نمونتہً ان کے دو مشہور خلائق اشعار ملاحظہ ہوں:۔

ڈوبا جو کعبہ کونسی یہ جائے غم ہے شیخ | کچھ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا
نیز قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جاکر کہاں کمند | کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا[۲۹]
دل ڈھونڈھنا سینے میں مرے بوالعجبی ہے | اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے

(تین تذکرے ص ۱۰۳)

بمقام رامپور ۱۲۰۸ھ میں قائم نے سفر آخرت اختیار کیا۔ شاہ کمال کی فرمائش پر جرأت نے رباعی مستزاد میں تاریخ لکھی۔

جب سیل فنا ملک عناصر میں بہی | آکر ناگاہ
قائم کے جو تن کی تھی عمارت سو ڈھہی | لی زیست نے راہ
جرأت نے کہی رو کے یہ تاریخ وفات | یکتائی کے ساتھ
"قائم بنیاد شعر ہندی نہ رہی (کذا نسرہی) | کیا کہیے اب آہ[۳۰]" ۱۲۰۸ھ

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کہتے ہیں کہ "اس قطعے میں کہیے کے اعداد (۴۵) اور آہ کے (۷)

---

۲۸ دیوان بیدار بہ تصحیح جلیل احمد قدوائی مقدمہ ص ۶ ہندوستانی اکیڈمی یوپی۔ الہ آباد ۱۹۳۷ء

۲۹ جواہر سخن ۱۲، ۲۰۶ و ۲۰۹

۳۰ تین تذکرے ص ۸

شمار کریں تو ۱۲۰۸ھ مستفاد ہوتا ہے۔ [31] یعنی "آہ" میں الف ممدودہ کے دو عدد لینے چاہئے لیکن راقم الحروف کے نزدیک یہ قطعہ ایک عدد کے تدخلے سے کہا گیا ہے، جس کا واضح قرینہ تیسرے مصرعے کے فقرے "یکتائی (یعنی ایک) کے ساتھ" میں موجود ہے۔

سوز:۔ میر محمد نام اور تخلص سوز تھا۔ ابتدا میں میر تخلص اختیار کیا تھا۔ لیکن جب میر تقی میر کی شہرت ہوئی تو پھر اپنا تخلص سوز کر لیا۔ شعر گوئی کے علاوہ لطیفہ گوئی، خوش نویسی تیر اندازی و اسپ سواری میں بھی یکتائے روزگار تھے اور بزرگی و درویشی میں بھی ممتاز جائے ولادت دہلی ہے (۱۱۳۶ھ) اور انتقال اسی سال کی عمر میں لکھنؤ میں ۱۲۱۳ھ میں ہوا۔ ناسخ و جرأت نے تاریخیں موزوں کیں۔

اٹھ گیا میر سوز دنیا سے — ہائے صاحب کمال واویلا (ھ)
سال تاریخ ہے یہی ناسخ — شاعر بے مثال واویلا [32] (ھ) ۱۲۱۳ھ

قلندر بخش جرأت نے دو قطعات کہے:

کی جو ہیں میر سوز نے رحلت — گردن انداز کی دونیم ہوئی
نکلی تاریخ بے سر انداز — آہ ادائے سخن یتیم ہوئی [33] (۱۲۱۴ – ۱ = ۱۲۱۳ھ)

دوسرا مبسوط قطعہ یہ ہے:۔

سوز ماتم نے میر سوز کے آہ — شمع ساں بس جلا دیا دل کو
میر صاحب سا شخص یوں مر جائے — غم ہوا ہائے یہ بڑا دل کو
مٹ گیا لطفِ ریختہ گوئی — خاک پھر دے سخن مزا دل کو

---

[31] تین تذکرے ص ۸ [32] تذکرہ خوش معرکۂ زیبا ص ۷۷۱ جس میں ہائے ہوز آخر حذف ہے نیز ملاحظہ ہو دیوان ناسخ (نسخۂ بنارس ص ۱۳۹ تقدیم ڈاکٹر حنیف نقوی خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ (عکسی ایڈیشن) ۱۹۹۷ء [33] تین تذکرے ص ۷۷

خاک میں مل گئی ادا بندی گفتگواب خوش آئے کیا دل کو
کہی جرأت نے رو کے یہ تاریخ "داغ اب سوز کا لگا دل کو"[۳۴] ۱۲۱۳ھ

تنہا :- محمد عیسیٰ نام اور تنہا تخلص تھا۔ دلی میں پیدا ہوئے۔ بعد میں لکھنؤ آگئے۔ ناسخ سے نہایت الفت تھی۔ مصحفی کے اشعار پر اعتراض کرتے رہتے تھے۔ لکھنؤ میں رحلت (۱۲۲۲ھ) کی۔ ناسخ نے حسب حال تنہا کی تاریخ کہکر حق دوستی ادا کیا۔

مونس جانِ حزیں دشتِ بلاخیز میں آہ اٹھ گیا سوئے عدم چھوٹ کے ہم کو تنہا
کلک ناسخ نے لکھا مصرعِ تاریخِ وفات "آج تنہا گیا دنیا سے عدم کو تنہا"[۳۵] ۱۲۲۲ھ

جرأت :- جرأت تخلص اور اصل نام یحییٰ امان مگر مشہور نام شیخ قلندر بخش تھا ولادت بمقام دہلی ۱۱۶۲ھ / ۹-۱۷۴۸ء میں ہوئی۔ بچپن فیض آباد میں گذرا۔ مرزا جعفر علی حسرت لکھنوی (۱۲۰۶ھ) کے شاگرد تھے۔ شاعری کے علاوہ فنِ موسیقی اور علمِ نجوم میں بھی ماہر تھے۔ لکھنؤ میں وفات پائی ناسخ نے تاریخ کہی، جس کے مادہ سے ۱۲۲۵ھ مستفاد ہوتا ہے:

جب یہاں جرأت کا باغِ دہر سے گلشنِ فردوس کو جانا ہوا
مصرعِ تاریخ ناسخ نے لکھا "ہائے ہندوستان کا شاعر ہوا"[۳۶] ۱۲۲۵ھ

لیکن مصحفی اور راجہ جسونت سنگھ پروانہ کے قطعاتِ ذیل سے ۱۲۲۴ھ حاصل ہوتا ہے اور بقولِ قاضی عبدالودود صاحب ۱۲۲۴ھ ہی درست ہے[۳۷]:

جب قلندر بخش جرأت مرگیا ریختہ کے دل میں خوں نے کھایا جوش
مصحفی نے یہ کہی سالِ وفات "ہوگئی ہے کیا بلبلِ نالاں خموش"[۳۸] ۱۲۲۴ھ

---

۳۴ تین تذکرے ص ۷۷ ۳۵ دیوان ناسخ نسخۂ بنارس ۱۵۱

۳۶ حوالۂ ماقبل ص ص ۵۴، ۱۵۳ ۳۷ ملاحظہ ہو دیوانِ نوازش حسین خاں نوازش مقدمہ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ ۱۹۹۳ء ۳۸ تذکرہ خوش معرکۂ زیبا ص ۲۱۳ -

پیمانہ لکھنوی نے یہ تاریخ کہی:

جو کہ کرتا ہے فکرِ شعر و سخن — اس زمانے میں وہ غنیمت ہے

کہ نہ اگلے سے لوگ باقی ہیں — نہ وہ مجلس ہے اور نہ صحبت ہے

اک سخن گو جو تھا قلندر بخش — نام جرأت سے جس کی شہرت ہے

کر گیا کوچ اس مقام سے حیف — آج منزل نشینِ حسرت ہے

ہے یہ تاریخ اول اور ثانی

کہو "جنت نصیب جرأت ہے"[۳۹] ۱۲۲۴ھ

میر:۔ خدائے سخن، برآمد سعرا اور امام المتغزلین میر محمد تقی میر جن کا فرمایا ہوا کل بھی مستند تھا اور آئندہ بھی رہے گا ۱۱۳۵ھ/۲۳-۱۷۲۲ء میں آگرہ میں عالم وجود میں آئے اور ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں بمقام لکھنؤ رہگرائے عالم بقا ہوئے۔ غلام ہمدانی مصحفی نے تعمیۂ تدخلے سے تاریخ کہی:۔

وہ محمد تقی میر کہ تھا! — ریختہ میں ہر ایک کا سرتاج

ہندِ جنت نشاں میں رکھی تھی — غزلِ عاشقانہ اس سے رواج

خرمنِ عمر اس کا برقِ اجل — کر گئی جس دم آن کر تاراج

از سرِ درد مصحفی نے کہا[۴۰]

حق میں اُس کے "موا نظیری آہ" ۱۲۲۱ + ۴ = ۱۲۲۵ھ

اس سرتاجِ ریختہ کی رحلت پہ دوسرا قطعہ احمد علی خاں یکتا نے کہا:

جب دلِ احباب پر موجبِ رنج والم — واقعۂ جانگداز میر تقی کا ہوا

---

[۳۹] طبقاتِ شعرائے ہند از کریم الدین ص ۱۴۸ اردو اکادمی لکھنؤ ایڈیشن ۱۹۸۳ء

[۴۰] دیوانِ مصحفی صفحہ چھبیس مرتبہ و منتخبہ اسیر لکھنوی و امیر مینائی، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ ۱۹۹۰ء

مادہ تاریخ کا میر خورد نے دیا ہیں　　درد کی رُو سے کہا آج قیامت ہوا ۱۲۲۵ھ

ناسخ نے بزبان فارسی تاریخ کہی، جس کا مادہ ہے:

"واویلا مُرد شہ شاعراں" ۱۲۲۵ھ

بقول محمد ہدایت اللہ سابق چیف جسٹس بھارت سرکار[۲] ناسخ نے جب میر کی یہ تاریخ وفات برآمد کی تو لوگوں کو رنج کا اظہار تھا مگر میر کو ایسے نام سے یاد کیا کہ انکا لقب بن گیا کہ وہ بیشک "شہ شاعراں" تھے اور آج تک ان کا فرمایا ہوا مستند ہے؟

انشاء:- انشاء اللہ خاں انشاء، ابن میر ماشاء اللہ خاں کے یہاں مرشد آباد میں پیدا ہوئے۔ سنہ ولادت نہ معلوم ہے۔ نواب میر قاسم علی خاں کے عہد میں مرشد آباد سے فیض آباد آئے اور پھر شاہ عالم کے دربار میں دہلی آگئے۔ لیکن پھر لکھنؤ چلے آئے اور یہیں ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۸ء میں وفات پائی۔ انکے شاگرد ایسری سنگھ عرف بسنت سنگھ نشاط نے تاریخ کہی۔

خبرِ انتقال میر انشا　　دلِ غمدیدہ تا نشاط شنفت

سالِ تاریخ او زِ جانِ اجل ۳
عرفی وقت بود انشا گفت ۱۲۳۰ = ۱۲۳۳ھ

سید مسعود حسن مسعود نے عمومی نوعیت کا درج ذیل قطعہ کہا:

حضرت انشاء ظریف و بذلہ سنج　　لکھنؤ آکے ہوئے تھے نذرِ موت

مادہ تاریخ کا مسعود لکھ　　"مخزنِ خورشید بہر سالِ فوت" ۱۸۱۷ء

ترقی:- اسد الدولہ خاں بہادر میرزا محمد تقی نام اور ترقی تخلص تھا نیز عرفیت آغا صاحب

۱؎ کلیات میر مرتبہ ظلِ عباس عباسی ص ۲۹

۲؎ دیوان ناسخ ۲: ۳۱۶ مطبع نامی منشی نولکشور بار ششم فروری ۱۸۹۳ء کانپور

۳؎ انشاء اللہ خاں انشاء از ڈاکٹر عابد پشاوری (شیام لال کالکڑا) ص ۲۸۰۔

۴؎ عندلیب تواریخ از سید مسعود حسن خاں مسعود ص ۱۰۸، ادارہ انیس اردو الہ آباد ۱۹۶۳ء

[illegible]

ایسے کہیں جہاں میں صاحب کرم نہ ہونگے

[illegible] فیاض کے برابر — اہل حشم نہ ہوں گے عالی ہمم نہ ہونگے

[illegible] وفات اس نے ماتم سرا ہیں سینے — ہے کون دل کہ جس میں سو بار غم نہ ہونگے

[illegible] ہر قلم میسر — اوصاف اس کے ناسخ پھر بھی رقم نہ ہونگے

[illegible] نہ روز محشر — خلد بریں میں داخل شاہِ امم نہ ہونگے

[illegible] مطلع برائے تاریخ — بس ایک سے زیادہ اعداد کم نہ ہونگے (۱)

"دنیا کے جو مزے ہیں باللہ کم نہ ہونگے
چرچے یہی رہیں گے اے وائے ہم نہ ہونگے" [۲۵] ۱۲۴۵ + ۱ = ۱۲۴۶ھ

ترقی کی غزل کا مطلع اور مقطع یہ ہے:-

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے — چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے
یارانِ رفتگاں پر کیا روئیں ہم ترقی — کیا ہم روانہ سوئے ملکِ عدم نہ ہوں گے [۲۶]

ناسخ:- شیخ امام بخش نام تخلص ناسخ تھا۔ اردو کے عظیم شاعر اور طرزِ لکھنؤ کے موجد تھے۔ شیخ خدا بخش سکینہ لاہور جو بسلسلۂ تجارت فیض آباد آتے رہتے تھے۔ ناسخ کو اپنا پسر متبنّٰی بنایا جب

[۲۵] ذکر و فکر از ڈاکٹر گیان چند جین ص ۱۵۵، الٰہ آباد ۱۹۸۰ء

[۲۶] تذکرہ ریاض الفصحا از غلام ہمدانی مصحفی، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۱۹۸۵ء لیکن سعادت خاں ناصر نے تیسرے مصرع کی قرأت یہ لکھی ہے: "یارانِ رفتگاں پر کیا روئیں اے ترقی" دیکھئے تذکرہ خوش معرکۂ زیبا ص ۱۸۵، نیز ایک نسخہ میں "... روتے ہو کیا ترقی" بھی آیا ہے۔ ایضاً حاشیہ ۳۔

...ناسخ بھی لکھنؤ آگئے مصحفی کو اپنا کلام دکھاتے تھے لیکن بعد میں مشورہ سخن لینا بند کردیا۔ لکھنؤ میں ہی ۱۲۵۴ھ میں راہی ملکِ بقا ہوئے۔ ان کے شاگرد رشید میر علی اوسط رشک نے تاریخ کہی ہے۔

...مرگِ ناسخ کا غل چار سو سے	گیا لطف تحقیق کا گفتگو سے
...رشک نے مصرعِ سالِ رحلت	"دِلا شعر گوئی اوٹھی لکھنؤ سے" ۱۲۵۴ء

...تعلقات وفات سے صرف نظر کرتے ہوئے، مقیم الدولہ راجہ نواب علی خاں سحر والی محمود آباد ...) کا کہا ہوا اردو زبان کا قطعہ بھی لکھا جاتا ہے، جو شخصی مرثیہ ہے:

...ہیں سنبل و سوسن سیاہ پوش	مانند لالہ باغ میں ہیں داغ داغ گل
...ماتم و نالاں ہیں آبشار	مرغ چمن ہیں نوحہ گر و بیدماغ گل
شبنم سے اشک بار ہیں اشجار بوستاں	دل تنگ مثل غنچہ ہیں ما بین باغ گل
...وفات حضرتِ ناسخ ہے جانگزا	رکھتا نہیں ہے رنج والم سے فراغ گل
...ہے عندلیب کو اب نغمۂ طرب	بلبل کے زمزمے ہے اب بیدماغ گل

مصرع یہ اب ہے مرغِ چمن کی زبان پر

"اقلیم شاعری کا ہوا ہے چراغ گل" ۱۲۵۴

آتش:۔ خواجہ حیدر علی آتش ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ ایامِ جوانی میں لکھنؤ منتقل ہو گئے۔ دبستان لکھنؤ کے مشہور و معروف اساتذہ میں تھے۔ لکھنؤ ہی میں بروز چہارشنبہ (بدھ) ۲۵ محرم ۱۲۶۳ھ/۱۳ جنوری ۱۸۴۷ء میں بوقتِ صبح انتقال ہوا جو اچانک حادثہ تھا۔ مصحفی کے مایۂ نازش شاگرد تھے۔ سید سادات حسین

---

۴۷ بیاضِ سحر (انیسِ بے نظیر) ص ص ۸۵، ۸۴ م درمطبع اودھ پریس لکھنؤ تمبر ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۶ء

والد کا نام میرزا محمد امین نیشاپوری۔ فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہتے تھے۔ میر سوز کے شاگرد اور ناسخ کے مولا تھے۔ ۱۲۲۶ھ میں راہیٔ خلد ہوئے۔ ناسخ نے ترقی ہی کی ایک غزل کے مطلع زبان زدِ خلائق سے بتغیرِ خفیف تاریخ کہی جو شخصی مرثیے کی اعلا ترین مثال ہے :-

تھے حاتم زمانہ مرزا تقی ترقی ایسے کہیں جہاں میں صاحب کرم نہونگے
تا حشر اس امیر فیاض کے برابر اہل حشم نہ ہوں گے عالی ہمم نہونگے
بالائے وفات اُس نے ماتم سرا ہیں سینے ہے کون دل کہ جس میں سو خار غم نہونگے
ہوں گے اگر نیستاں بہرِ قلم میسر اوصاف اُس کے ناسخ پھر بھی رقم نہونگے
لے لیں گے ساتھ اُسکو جبتک نہ روز محشر خلدِ بریں میں داخل شاہِ اُمم نہونگے
گن اُس بلیغ کا یوں مطلع برائے تاریخ بس ایک سے زیادہ اعداد کم نہونگے (۱)

"دنیا کے جو مزے ہیں باللہ کم نہ ہونگے
چرچے یہی رہیں گے اے وائے ہم نہونگے" [۴۵] ۱۲۲۵+۱=۱۲۲۶ھ

ترقی کی غزل کا مطلع اور مقطع یہ ہے :-

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے
یارانِ رفتگاں پر کیا روئیں ہم ترقی [۴۶] کیا ہم روانہ سوئے ملک عدم نہ ہوں گے

ناسخ :- شیخ امام بخش نام تخلص ناسخ تھا۔ اردو کے عظیم شاعر اور طرزِ لکھنؤ کے موجد تھے۔ شیخ خدا بخش ساکنہ لاہور جو بسلسلۂ تجارت فیض آباد آتے رہتے تھے۔ ناسخ کو اپنا پسر متبنٰی بنا لیا جب

[۴۵] ذکر و فکر از ڈاکٹر گیان چند جین ص ۱۵۵، الٰہ آباد ۱۹۸۰ء

[۴۶] تذکرہ ریاض الفصحا از غلام ہمدانی مصحفی، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، ۱۹۸۵ء لیکن سعادت خاں ناصر نے تیسرے مصرع کی قرأت یہ لکھی ہے: "یارانِ رفتگاں پر کیا روئیں اے ترقی" دیکھیے تذکرہ خوش معرکۂ زیبا ص ۱۸۵، نیز ایک نسخہ میں "... رہتے ہو کیا ترقی" بھی آیا ہے۔ ایضاً حاشیہ ۳۔